

پہلے بار میں اس کی طرف اس چوڑے اور سرخ زخم کی  
وجہ سے ہی متوجہ ہوا تھا جو اس کے بائیں رخسار سے تھوڑی ٹمک  
بلغم شکل میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ یقیناً بڑا گہرا زخم رہا ہوگا۔ شاید کسی  
تکڑی یا کسی شیل کا۔ ان اطراف میں وہ ایک غیر متوقع سا شخص تھا  
موتا اور خوش مزاج۔ اس کے ہنرے کے نفوش معمولی سے ہی تھے  
اس کے چوڑے چمکے جسم پر اس کا سر بڑا عجیب سا لگتا تھا۔ وہ ذرا  
زیادہ ہی دراز قد اور طاقت سے بھرپور معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اسے  
ہمیشہ ایک خالی شرٹ اور تیلون کے لباس میں دیکھا جو شاید برسوں سے  
اس کے بدن پر ہونے کی وجہ سے اپنا رنگ بھی بدل چکا تھا۔ وہ تقریباً  
روزانہ ہی گوٹھی والا شہر کے مشہور ہوٹل پلیس میں کاک ٹیل کے  
دقت آیا کرتا تھا۔ اور بار میں ادھر ادھر گھوم کر لائٹے ٹکٹ پتا پتا  
اگر ہی اس کا ذریعہ معاش تھا تو یقیناً وہ بہت غریب تھا کیونکہ میں  
نے کبھی کسی کو اس سے ٹکٹ خریدتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن لوگ اسے  
کبھی کبھار شراب کی پیش کش ضرور کر دیتے جیسے وہ بڑی فراخ دلی سے  
قبول کر لیتا۔ وہ میزوں کے درمیان راستہ بناتا اس طرح چلتا رہتا  
جیسے صدیوں سے پیدل چل رہا ہو۔ وہ ہر میز پر ایک لمحے کے لئے رکتا  
دھیسے سے مسکراتا اور اپنے پاس فردخت کے لئے موجود ٹکٹوں کے  
نمبر دہراتا۔ اور جب کوئی اس پر توجہ نہ دیتا تو مسکرا کر آگے بڑھ جاتا۔  
میرے خیال میں وہ یہ سب کچھ شراب کی خاطر کیا کرتا تھا۔

ایک شام میں بار کے جنگلے پر پیر رکھے ایک واقفکار کے ساتھ  
کھڑا مصروف گفتگو تھا ہوٹل پلیس کی بہترین مائٹنی ہمارا موضوع بحث  
تھی کہ وہی شخص، وہ زخم والا آدمی آگیا۔ میں نے گوٹھی والا میں آنے  
کے بعد اس کے ٹکٹ دیکھ کر شاید بیسویں بار انکار میں سر ہلایا لیکن  
میرے ساتھی کا رویہ اس کے ساتھ بڑا دوستانہ تھا۔ ”کیسی گزر رہی  
ہے جہز؟“

”ایسی بری بھی نہیں۔ مگر کاروبار کچھ مندا ہی ہے اور اب  
شاید اور خراب ہی ہوتا جائے گا۔“

”کیا پورے جہز؟“ میرے ساتھی نے اس سے دریافت کیا  
”برانڈی“ وہ بولا اور تھوڑی ہی دیر بعد برانڈی کا گلاس  
حلق میں اٹھیل کر میرے قریب کھڑے لوگوں کو ٹکٹ دکھانے لگا۔





خدا حافظ۔ جب تک جی چاہے جیو۔ اس نے جاتے جاتے کہا تھا۔ یہ تمہارا دوست کون ہے؟ عجیب شخص ہے؟ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ یہ خوفناک زخم والا آدمی۔

”زخم نے اس کی خوبصورتی میں تو کوئی اضافہ نہیں کیا۔ یہ نکار اگوتے کا ملاطین جنرل ہے بڑا خونخوار اور جاننا ز آدمی ہے گول کھڑا نہیں ہے۔ میں کبھی کبھار اسے چند سکنے دیدیتا ہوں۔ یہ ایک انقلابی جنرل ہے اور اگر اس کا اسلحہ ختم نہ ہو جاتا تو یہ حکومت کو الٹ پلٹ کر دیتا اور پھر یہ شاید لائبریری کے محکمے سمیٹنے کے بجائے گوشتی مالاکا وزیر جنگ ہوتا۔ لیکن انہوں نے اسے گرفتار کر لیا مع اس کے اسٹاف کے اور پھر ان کا کورٹ مارشل ہوا۔ ایسی باتیں ان ممالک میں کم ہی ہوتی ہیں چنانچہ انہیں دوسری ہی صبح شوٹ کر دینے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب وہ پکڑا گیا تھا تو اپنے انجام سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس نے وہ ساری رات اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو تعداد میں چار تھے پوکر کھیلنے میں گزار دی۔ چپس کا کام انہوں نے تیلیوں سے لیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ پوکر میں وہ اس رات سے نوپڑہ اپنی زندگی میں کبھی بد قسمت نہیں رہا۔ صبح جب سپاہیوں نے کوٹھی کا دروازہ کھول کر انہیں پکڑا تو وہ بہت زیادہ مار چکا تھا۔ انہیں جیل کے احاطے میں ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا پانچوں برابر برابر کھڑے تھے اور ان کے سامنے ہی قاتلنگ اسکوڈ کھڑا تھا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو ہمارے دوست جیل کے آفیسر پر چلا پڑا، اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟“

”آفیسر نے بتایا کہ سرکاری فوج کے جنرل کا ہڈنگ خود تشریف لا رہے ہیں انہی کا انتظار ہے۔“

”تو پھر میں ایک سگریٹ اور پی سکتا ہوں ہمارا دوست بولا۔ وہ کبھی وقت کا پابند نہیں رہا۔“

لیکن ابھی اس نے سگریٹ سلگایا ہی تھا کہ جنرل۔ وہ سیٹنگو تھا شاید تمہاری اس سے کبھی ملاقات ہوئی ہو۔ اپنے اے ڈی سی کے ساتھ جیل کے احاطے میں داخل ہوا رسمی کارروائی مندرج ہو گئی سین آئیگن نے قیدلوں سے ان کی آخری خواہشات دریافت کیں پانچ میں سے چار نے اپنے سرانکار میں ہلا دیئے مگر ہمارا دوست بل اٹھا۔ ٹال۔ میں اپنی بیوی کو خدا حافظ کہنا چاہتا ہوں۔

”بہت خوب! جنرل سین آئیگن بولا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہاں ہے وہ؟“

”جیل کے گیٹ پر کھڑی ہے۔“

ادو! یہ تو صرف پانچ ہی منٹ کی بات ہے۔

”بمشکل۔ سینور جنرل ہمارا دوست بولا۔“

”اسے ایک طرف بٹا دو۔ جنرل نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ دوپہلی آگے بڑھے اور یہ باغی جنرل ان کے درمیان چلتا ہوا بیتائے ہوئے تھا۔ پھر جا کر کھڑا ہو گیا۔ جنرل کے سر کا اشارہ پا کر آفیسر نے اسکو ڈ کو فائرنگ کا حکم دیدیا۔ ساری بندوقیں ایک ساتھ گرئیں اور چاروں آدمی زمین پر گر پڑے۔ وہ انوکھے انداز میں گمے تھے ایک ساتھ نہیں بلکہ ایک کے بعد دوسرے۔ ان کی حرکات کھلونے گھر کی کٹھ پتلیوں کی طرح تھیں آفیسر ان کے قریب گیا اور ایک آدمی کے قریب کھڑے ہو کر، جس میں ابھی تک زندگی کے آثار باقی تھے اپنا پورا ریلوور خالی کر دیا ہمارے دوست نے سگریٹ ختم کر کے اس کا بقایا حصہ ایک طرف اچھال دیا۔ گیٹ پر ہلکا سا شور اٹھا۔ ایک عورت تیز تیز چلتی احاطے میں داخل ہوئی اور پھر اپنا ایک اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر گئی اس کے منہ سے ایک تیز چیخ نکلی اور وہ بازو پھیلائے ہمارے دوست کی طرف دوڑی ”کریمبا“ وہ چلا یا وہ سیاہ لباس میں تھی اس کے چہرے پر نقاب پڑا ہوا تھا وہ بہت کم عمر معلوم ہو رہی تھی اس کا چہرہ مردوں کی طرح سفید ہو رہا تھا وہ بڑی نازک سی لڑکی تھی اس کے نقوش بڑے جاذب نظر تھے بڑی بڑی غزالی آنکھیں خوب روشن گران میں اب خوف و ہراس رقصاں تھا تھا گتے میں اس کا نقاب ہٹ گیا تھا احاطے میں موجود قلعہ بآسمانی لوگ اس حسن پریشان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے باغی جنرل دو ایک قدم اس کی پیشوائی کو بڑھا۔ لڑکی نے اپنے آپ کو اس کے پھیلے ہوئے بازوؤں میں اچھال دیا وہ اس کے سینے سے چپٹی بڑی طرح رو رہی تھی ”میری روح۔ میری زندگی“ وہ کہہ رہی تھی مگر ہمارے دوست نے اس کے خوبصورت لبوں پر اپنے ہونٹ چسپاں کر کے اسے خاموش کر دیا۔ اسی وقت اس نے اپنی سیلی سی درزی میں سے ایک چاقو نکال لایا اس نے یہ چاقو فوجیوں کی تلاشی کے باوجود کیسے چھپایا تھا؟ دوسرے ہی لمحے لڑکی کی گردن سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا اور اس کی دردی کو ترک کرنے لگا اس نے پھر اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال



کر اسے اپنے سینے سے چٹایا اور ایک بار پھر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ بہت سوں کو اس کی خبر تک نہ ہو سکی مگر جب انہوں نے دوسروں کی خوفناک چیخیں سنیں تو اچھل پڑے اور دوڑ کر اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے اس کی گرفت ڈھیلی کی اور اگر اسے ڈیہا آگے بڑھ کر لڑکی کے جسم کو سمیٹنے والی تھوڑی زمین پر گر پڑتا۔ وہ بیہوش ہو چکی تھی۔ انہوں نے اسے زمین پر لٹا دیا۔ اور اس کے گرد کھڑے ہو کر اسے غمگین نظروں سے دیکھنے لگے باغی جنرل خوب واقف تھا کہ اسے چاکر کس جگہ مارنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ اب اس کی زندگی بچانے کی ہر کوشش بیکار رہی تھی۔ اور پھر اس پر ٹھکا ہوا اے ڈی سی اٹھ کھڑا ہوا۔ ”یہ ختم ہو چکی ہے“ وہ بولا۔

اور ہمارے دوست باغی جنرل نے ہاتھ چھڑا کر اپنے سینے پر

کر اس بنایا۔

”تم نے ایسا کیوں کیا؟“ جنرل اس کی طرف گھورتے ہوئے بولا ”میں اس سے محبت کرتا تھا“ کئی ہونٹوں سے دردناک زخموں کا نکل گئی۔ وہ سب پٹی پٹی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جنرل خاموش رہا اس کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔

”بڑا شریفانہ انداز تھا“ آخر کار وہ بولا ”میں اس شخص کو

شوٹ کرنے کا حکم نہیں دے سکتا۔ میری کار نے جاؤ اور اسے سرچھاپا چھوڑا۔ سینور۔ میں تمہیں سلام کرتا ہوں“ اس نے ہمارے دوست باغی جنرل کو مخاطب کیا۔ ”یہ ایک بہادر سپاہی کو بہادر سپاہی کا خراج عقیدت ہے“ برطرف تعریفانہ بڑبڑاہٹ گوئی اٹھی اسے ڈی سی نے باغی جنرل کا کندھا تھپتھپایا اور وہ بغیر ایک لفظ کے دو سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا منظر کار کی طرف بڑھ گیا۔

میرا ساتھی خاموش ہو گیا۔ میں بڑے انہماک سے یہ داستان سن رہا تھا۔ وہ خاموش ہوا تو میرا انہماک ٹوٹ گیا۔ ”مگر یہ زخم۔ اس کے زخموں پر یہ زخم کیسا ہے؟“

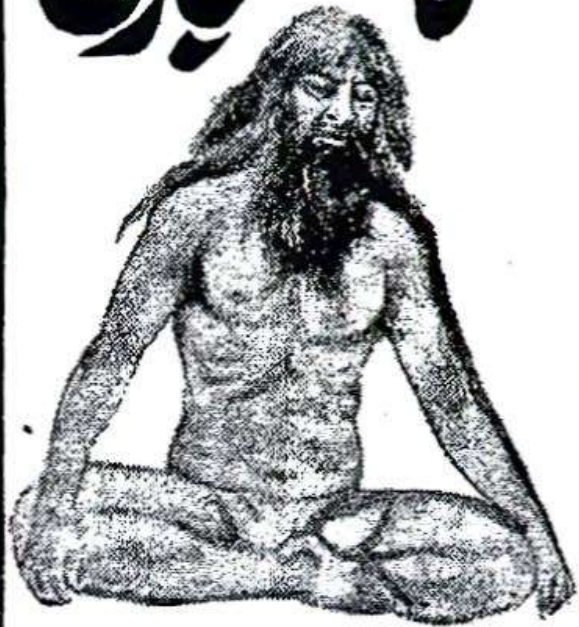
”اوہ۔ یہ۔ یہ تو کچھ نہیں۔ میرے ہاتھ سے ایک سربند جگر کی تیر کھولتے میں پھٹ گئی تھی۔ یہ زخم اس کا ہے۔“

میں نے بال میں نظر دوڑائی باغی جنرل لبوں پر مسکراہٹ بکھرائے ایک جوڑے کو ٹکٹ دکھار ہوا تھا اور پھر وہ بال سے باہر نکل گیا۔ بار اس کے بغیر کچھ سونا سونا سا لگ رہا تھا ★ سب سے بڑا

ایک شخص کی ہولناک سرگزشت

سب رنگ ڈائجسٹ کا ایک مقبول ترین سلسلہ جو مسلسل پندرہ ماہ تک شائع ہوتا رہا

# سونا گھاٹ کا پیکاری



اب کتابی شکل میں  
منتریب شائع کیا جا رہا ہے

- ہندو دیو مالاکے پر اسرار واقعات
- پاربتی دیوی۔ شیو شکر۔ گنیش دیوتا اور دیوی دیوتاؤں کے (سرار)
- سونا گھاٹ کے عظیم پکاری موہن لال سے مرزا افضل بیگ کا شکراؤ

ان واقعات کے اضافے کے ساتھ  
جو سب رنگ میں شائع نہ ہو سکے

ایجنٹ حضرات (پنے آرڈر سے جلد مطلع کریں)  
مینجر۔ سب رنگ ڈائجسٹ ۴۸-۴۹ پریس چیمبر ریکورڈنگ